طالب محسن

انفاق فی سبیل اللہ

اپنے الٰہ کے حضور میں اپنی کمائی پیش کرنا ہمیشہ سے پرستش کا جزرہا ہے۔ ہابیل اور قابیل کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں انسان نے اس کا آغاز خود خدا کی بارگاہ میں اپنا مال پیش کر کے کیا تھا، جسے قبولیت کی صورت میں آگ آکر جلا دیتی تھی۔ انسان کی فطرت کے اندر موجود اس داعیے کی اللہ تعالیٰ نے تصویب فرمائی اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی صورت میں اسے شریعت کے مستقل احکام میں شامل کر دیا۔ اس کی عملی شکل یہ بنادی ہے کہ کسی معبد پر چڑھاوے کے بجاے یہ مال دین کے کاموں اور ضرورت مندوں پر خرچ کیا جائے۔

توحید کے ماننے والے جس طرح رکوع و سجود اور دعا و مناجات کو الٰہ واحد اللہ تعالیٰ سے خاص رکھتے ہیں، اسی طرح ان کا اپنی کمائی میں سے کچھ اللہ کے حضور پیش کرنے کا یہ عمل بھی صرف اللہ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔ وہ اس احساس کو کبھی فراموش نہیں ہونے دیتے کہ وہ جو کچھ دے رہے ہیں، اس کے دیے میں سے دے رہے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو کبھی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے کہ ان کی کمائی میں سائل اور محروم کا حق ہے (الذاریات ۵۱: ۱۹)۔ وہ جن کو دیتے ہیں، ان کو اپنے تبصروں سے اور احسان جتا کر دکھی نہیں کرتے۔ وہ کھلے میں انفاق کریں یا چھپا کر ان کا مقصود اپنے تقوے اور سخاوت کا اشتہار دینا نہیں ہوتا۔ مال و متاع سب کے لیے زندگی کے سفر کی ناگزیر ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی حفاظت اور اس کی بڑھوتری کا جذبہ ہر شخص کے ہاں پایا جاتا ہے، لیکن بندۂ مومن اس جذبے کو اس طرح حد میں رکھتا ہے کہ کبھی انفاق فی سبیل اللہ میں رکاوٹ نہ بنے۔

اللہ کے بندے اس بات سے بھی آگاہ ہوتے ہیں کہ شیطان کن کن راستوں سے حملہ آور ہوتا ہے۔ وہ تنگ دستی

کا خوف دلاتا ہے۔ مستقبل اور حال کی ضرورتوں کو ہوّا بنا کر دکھاتا ہے کہ یہ اپنا مال روک لے اور انفاق کی نیکی سے محروم ہو جائے۔ اگر یہ وار خالی جائے تو فضول خرچی کی طرف راغب کرتا ہے کہ دولت الللے تللے خرچ ہو جائے۔ جو کام باوقار طریقے سے سو روپے میں ہو سکتا ہے، اس پر سینکڑوں خرچ ہو جائیں۔ اس کے لیے وہ شان و شوکت اور رعب و دبدبہ کی جبلت کو ہوا دیتا ہے۔ ضرورت سے کہیں زیادہ لباس الماریوں کی زینت بن جاتے ہیں اور ضرورت سے کہیں زیادہ انواع و اقسام کے کھانوں سے دستر خوان سجتے ہیں۔ گھروں کی زینت میں بھی حسن ذوق سے زیادہ دولت مندی کا اظہار مقصود بن جاتا ہے۔ اس طرح شیطان یہ چاہتا ہے کہ یہ شخص اللہ کی راہ میں اپنی کمائی خرچ کرنے کی نیکی سے تہی دامن رہے۔ شیطان انسانوں کو اس فلسفے کا قائل کر دیتا ہے کہ تمھاری یہ دولت تمھاری محنت اور لیاقت کا حاصل ہے۔ محروم لوگوں کی محرومی کا باعث ان کی اپنی نالائقی ہے۔ اس فلسفے کا قائل شخص سنگ دل ہوتا ہے اور اسے کسی ضرورت مند کی محتاجی متاثر نہیں کرتی۔ چنانچہ وہ کسی کی مدد پر آمادہ نہیں ہوتا۔ کسی شخص کو انفاق سے روکنے میں شیطان اگر کامیاب نہ ہو سکے تو اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس نیکی کو آخرت میں بے نتیجہ بنانے کے لیے یا تو ریا سے آلودہ کر دے یا بدزبانی کی گرد سے میلا کر دے۔ بندۂ مومن شیطان کے ان سارے حملوں سے اپنی حفاظت کا بندوبست کرتا ہے اور اللہ کی رضا کے حصول کا جذبہ ہی اس کے انفاق فی سبیل اللہ کا اول و آخر محرک ہوتا ہے۔ ان کے لیے مالک ارض و سماوات کی نوید یہ ہے:

وَمَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَتَثۡبِیۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبۡوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتۡ اُكُلَهَا ضِعۡفَیۡنِ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ. (البقرہ ۲: ۲۶۵)

”اللہ کی خوش نودی چاہنے کے لیے اور اپنے آپ کو حق پر قائم رکھنے کی غرض سے اپنا مال خرچ کرنے والوں کی مثال اُس باغ کی ہے جو بلند اور ہموار زمین پر واقع ہو۔ اُس پر زور کی بارش ہو جائے تو اپنا پھل دونا لائے اور زور کی بارش نہ ہو تو پھوار بھی کافی ہو جائے۔ (یہ مثال سامنے رکھو) اور (مطمئن رہو کہ) جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔“